اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم o

پاکستانیوں کے قاتل کو پاکستانیوں کے ہاتھوں رہائی ملی

رئیس التحریر مولانا سید نسیم علی شاہ الهاشمی

18 جنوری کو لاہور میں (سی۔آئی۔اے۔) کے سیکورٹی کنٹریکٹر ادارے XE (بلیک واٹر) کے ملازم ''ریمنڈ ڈیوس'' نے نامعلوم وجوہات کی بناء پر فہیم اور فیضان نامی دو پاکستانی شہریوں کو شہید کر ڈالا امریکہ اور پاکستان کی حکومت کے درمیان کچھ نوک جھونک ہوئی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ عدالت نے فرد جرم عائد کیا۔ کہ اچانک کچھ دیر بعد دستخط شدہ راضی نامے جج کے سامنے پیش ہوئے۔ عدالت نے بری کر دیا۔ اور ائرپورٹ پر انتظار میں کھڑے امریکی طیارے پر سوار ہو کر ملک سے رخصت ہو گیا۔

دو ماہ تک یہ واقعہ ملک کے میڈیا حکومت، اپوزیشن، این جی اوز، سول سوسائٹی، دینی و سیاسی جماعتوں سمیت عام نجی محفلوں میں زیر بحث رہا۔ کہ ریمنڈ ڈیوس کون تھا؟ قتل کہ واردت کیوں کی؟ اسے سفارتی استثنیٰ حاصل ہے یا نہیں؟ کون سی سزا دی جائے؟ وغیرہ وغیرہ اور آخر کار ایمل کانسی کیس میں امریکی وکیل کے یہ الفاظ کہ ''پاکستانی پیسوں کی عوض اپنی ماں تک بیچتے ہیں'' درست ثابت ہوئے۔ اور ہاں بالکل یہ بات درست ہے بھی۔ ہم قیام پاکستان کے بعد ڈالروں کے عوض پڑوسی سویت یونین کے مقابل امریکہ کی گود میں جا بیٹھے۔ اور جب ذوالفقار علی بھٹو نے شاہ فیصل اور معمر قذافی کے ہمراہ اس کے چنگل سے آزادی کا سوچا تو ہم نے ڈالروں کے عوض اسے نشان عبرت بنایا کہ آئندہ کوئی اسطرح سوچنے تک کی جسارت نہ کرے۔ امریکہ شاہین کی مانند پاکستان کے اندر مطلوب ایمل کانسی پر جھپٹ کر لے اُڑا۔ 2001ء میں ہم نے ڈالروں کے بدلے ہمسایہ ملک افغانستان کے متعلق تقریباً تین عشروں پر محیط پالیسی بدل ڈالی۔ ہم نے اپنے مہمان افغان سفیر عبدالسلام ضعیف کو رسیوں سے باندھ کر ککیں مارتے ہوئے جہاز میں بگرام ائیر بیس پہنچا دیا اور ویانا کنوینشن اور سفارتی آداب کی پاسداری کی شاندار مثال قائم کر دی۔ ہم اپنے پرامن ملک کو دہشت گردی کے خلاف غیروں کی نام نہاد جنگ میں گھسیٹ کر لے گئے۔ ہم نے عافیہ صدیقی کو امریکہ کے حوالہ کیا۔ وہ نیویارک سے وامعتصماہ! کی فریادیں کرتے تھک گئی۔ اپنے بیٹے کی آنکھوں کے سامنے اپنے ساتھ اور اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بیٹے کے ساتھ ناقابل بیان زیادتی اور عدالت پیشی سے قبل کی بے حیا قسم کی تلاشیوں سے تنگ آ کر بار بار عدالت سے اپنی موت کا مطالبہ دہراتی رہی اور ہم نے کانوں میں سیسہ ڈالے رکھا۔ ہم نے اپنی خود مختاری پر کاری ضرب لگا کر ڈرون حملوں کی اجازت دی۔ بلکہ حد یہاں تک پہنچ چکی کہ سارا ملک امریکی کالونی بن چکا۔ اور غور کی بات یہ ہے کہ ہر کوئی اسکا الزام حکومت وقت پر لگاتا ہے۔ کہ حکومت غیروں کی غلام ہے۔ حکومت غیروں کی ایجنٹ ہے یا حکومت نے اسکی اجازت دی ہے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ حکومت اگر جو کچھ کرتی ہے تو اسے عوام ہی نے منتخب کیا ہوتا ہے۔ اگر حکمران اپنے ملک کے سودے کرتے ہیں تو عوام ہی نے ووٹ بیچنے کی کلچر کو فروغ دیکر وڈیروں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو پارلیمنٹ پہنچادیا ہوتا ہے۔ آج کی پوری پارلیمنٹ میں بمشکل ایک درجن غریب طبقہ کے علماء یا دیگر ممبران مل سکیں گے۔ کیا انتخابات پر کروڑوں روپے خرچ کرنے والے ممبر سے یہ

توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ سینٹ کا ووٹ مفت دیں دس پندرہ کروڑ روپے سے بننے والے ممبر یا سینٹر یہ پیسے کہاں سے پوری کرے۔

ماضی قریب میں عدلیہ کی بحالی کیلئے تاریخی اہمیت کی حامل تحریک چلائی گئی۔کیا اس عدلیہ نے اپنی آزادی کے بعد ریمنڈ ڈیوس جتنا فوری انصاف 18 کروڑ عوام میں سے کسی اور کو بھی دلوایا ہے؟حکومت تو ہے ہی امریکی ایجنٹ کیا جاسوسی اور کالعدم تنظیموں سے روابط کی ثبوتیں سامنے آنے پر چیف جسٹس صاحب نے سوموٹو لینے کی زحمت گوارہ کی؟نیویارک کی عدالت نے بغیر شہادتوں کے پاکستان کی بیٹی کو 86 سال قید کی سزا سنائی۔لاہور کی عدالت نے ریاست دشمن قومی ثبوتوں (حساس مقامات کے نقشے+جی پی ایس برآمدگی) کے باوجود ریمنڈ ڈیوس کو پاکستانی تاریخ کے فوری ترین انصاف کے تحت بری کردیا۔کیا لاکھوں روپے فیسیں لینے والے وکلاء نے اس اہم مقصد میں عدالت کی توجہ اس طرف دلائی کہ ریاست دشمن حساس ثبوت سامنے آنے پر مقتولین کے ورثاء کے علاوہ ریاست کے لئے بھی فریق بننے کی ذمہ داری بنتی ہے یا عدالت حکومت سے کہدے کہ اس پر فوجی عدالت میں مقدمہ دائر کرے۔کیا بار کونسل نے ملکی حمیت اور عافیہ صدیقی کیساتھ اظہار یکجہتی کے طور ریمنڈ کے وکیل کی بار رکنیت منسوخ کردی؟

پاکستانی حدود کے اندر اگر ڈرون حملے ہو رہے ہیں تو زمینی سطح پر معلومات کون فراہم کررہا ہے حکومت کی طرف سے اگر دو ڈھائی ہزار مشکوک امریکیوں کو ویزے دیے گئے ہیں۔تو ملک کے اندر ان کے لئے دیگر ہزاروں کام کرنے والے کون ہیں؟ ظاہری بات ہے کہ یہ سب ہمارے پاکستانی بھائیوں کے ہاتھوں ہو رہا ہے۔

آج من حیث القوم ہم صحیح راستے کا انتخاب کرنے سے قاصر ہیں۔ہماری موقف اور سوچ چند مخصوص ٹی وی (TV) اینکرز کے ہاتھوں یرغمال بنی ہوئی ہے۔یہیں سے ہمارا قومی سفر غلط سمت شروع ہوتا ہے۔اور پھر رفتہ رفتہ ہمارا ملک جنگل بنتا جارہا ہے۔ہمارا جمہور پارلیمانی نظام بالا ''خر مجبور'' پارلیمانی نظام بن گیا کیونکہ مہنگائی، غربت، بے روزگاری، بدامنی، ناانصافی اور دیگر بحرانوں کی چکیوں میں پسے عوام کی منتخب ممبر اسمبلی سے بہتر قانون سازی کی بجائے دیگر انفرادی وغیرہ قانونی کاموں کی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔اس طرح ممبر اسمبلی ووٹ کے ہاتھوں مجبور وزیراعظم یا وزیراعلی یا وزیر ممبران اسمبلی کے ہاتھوں غلط وخلاف قانون کاموں پر مجبور ہوجاتا ہے۔

لہٰذا اگر اس موڑ پر ہم صحیح راستہ منتخب کرسکیں تو ہماری تقدیر بدل سکتی ہیں۔اور یہ تبھی ہی ممکن ہے کہ خدا تعالی اس مفلوک الحال قوم پر رحم فرماکر ایک انقلابی لیڈر کی شکل میں نعمت مرحمت فرمائیں۔یا ملک میں پارلیمانی نظام کی بجائے صدارتی نظام رائج ہوجائے کہ جسمیں براہ راست انتخابات کے ذریعہ صدر منتخب ہو اور صدر ممبران یا پارلیمنٹ یا حلقہ انتخاب کے لوگوں کی شکنجوں سے آزاد ہوکر بااختیار اور قومی مفاد کے تحت سخت اور کٹھن فیصلے کرسکے۔اور تیسرا یہ کہ متناسب نمائندگی کا نظام رائج ہوجائے۔جسمیں پارٹی ووٹ کے تناسب کے مطابق پارلیمان منتخب ہوں اس کے ذریعہ زیادہ قابل اور حلقہ انتخاب کے ذمہ داریوں سے بے نیاز افراد ملک کی تقدیر بدلنے میں معاون ثابت ہوں گے۔

......☆☆☆☆☆......